دعائے حبیب ﷺ داور

سیدنا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(تصنیفِ لطیف)

حضور فیض ملت مُفسر اعظم پاکستان
حضرت علامہ الحافظ ابو صالح مفتی

محمد فیض احمد اویسی رضوی علیہ رحمۃ اللہ

www.faizahmedowaisi.com

حضور مفسرِ اعظم پاکستان کے بارے میں جیّد علماء کرام کے تاثرات

از رئیس التحریر علامہ ارشد القادری صاحب رحمۃ اللہ علیہ (انڈیا)

حضور مفسر اعظم پاکستان کی تصانیف کی فہرست حال ہی میں شائع ہوئی ہے یہ دیکھ کر میں حیرت زدہ رہ گیا کہ علم وفن کے مختلف موضوعات پر ان کی تصنیفات کی سینکڑوں نہیں ہزاروں کی گنتی میں ہیں ان کی تصنیفات میں مختلف مسائل پر سینکڑوں چھوٹے چھوٹے رسائل بھی ہیں اور کئی کئی سو صفحات پر مشتمل ضخیم ضخیم کتابیں بھی ہیں۔

مثال کے طور پر صرف حدائق بخشش کی شرح وہ اب تک ۲۲ جلدوں پر لکھ چکے ہیں اور ابھی یہ سلسلہ جاری ہے۔فیوض الرحمان کے نام سے تفسیر روح البیان کا اردو ترجمہ بھی ان کے قلم کی روانی کا جیتا جاگتا ثبوت ہے۔ان کی مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کتابوں کی تعداد بائیس سو کے لگ بھگ ہے۔اگر یہ ساری کتابیں چھپ جائیں تو اکیلے صرف ان ہی کی کتابوں سے ایک بہت بڑی لائبریری وجود میں آسکتی ہے۔ان کے علمی تجربہ اور وسعت مطالعہ کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ مختلف علوم وفنون پر ان کی تصنیفات کَم اور کَیف (مقدار وخاصیت) دونوں اعتبار سے مُحیِّر العُقُول (حیرت انگیز) اور عجوبہ روزگار ہیں۔

ان کی کتابوں کا مطالعہ کرنے کے بعد ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جب وہ لکھنے بیٹھتے ہیں تو ان کے قلم کی نوک سے مضامین کا طوفان اُمنڈنے لگتا ہے اور بغیر کسی وقفہ کے ان کا قلم مسلسل حرکت میں رہتا ہے۔ قلم پر اتنی عظیم قدرت کی مثال اب تک میری نظر سے نہیں گزری بلاشبہ حضور مفسر اعظم پاکستان قلمی دنیا میں ایک نادِرُ الوُجُود (بہت کم پائے جانے والی) شخصیت کے حامل ہیں۔ان کی مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کتابوں کی فہرست حروف تہجی کی ترتیب پر شائع کی گئی ہے۔اس سلسلے میں مشہور مفکر اور اپنے عہد کے صاحب طرز ادیب و محقق حضرت علامہ پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد کی اس رائے سے میں بھی اتفاق کرتا ہوں کہ حروف تہجی کے بجائے فن اور موضوع کے اعتبار سے ان کی کتابوں کی فہرست مرتب کی جائے تو قارئین کو بھی اپنے پسندیدہ موضوع پر کتابوں کی تلاش میں آسانی ہو جائے گی اور مصنف کے علمی تجر اور وسعت معلومات پر بھی الگ سے کوئی دلیل پیش کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔

میں قلب کے ساتھ دعا کرتا ہوں کہ جب تک فضائے بَسِیط (وسعت) میں چاند اور سورج کی کاروائی کا قافلہ رواں دواں ہے حقائق کی تلاش میں حضور مفسر اعظم پاکستان کے قلم کا بھی سفر جاری رہے۔چاند اور سورج کی شعاعیں ساکنان خطہ ارضی کے چہرے روشن کریں اور حضور مفسر اعظم پاکستان کا قلم دلوں کے آفاق پر عشق وایمان کا اُجالا پھیلائے۔

ویرحم اللہ عبدا قال امینا

حضور مفسر اعظم پاکستان کا بے غرض مداح

ارشد القادری (بانی وسرپرست جامعہ حضرت نظام الدین اولیاء)

ذاکر نگر۔نئی دہلی ۲۵ فون۔۰۱۱/ ۶۹۲۴۷۴۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمُ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ وَنُسَلِّمُ عَلٰى رَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْكَرِيْمُ

امابعد! اَہلِ حق کا مذہب ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر دعا مستجاب ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے دعا فرمائی۔

اللَّهُمَّ أَعِزَّ الْإِسْلَامَ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ [1]

یعنی اے اللہ عمر بن خطاب کی وجہ سے اسلام کو عزت دے۔

یہ حدیث اہلسنت کے علاوہ شیعہ مذہب کی تفسیر صافی [2] میں بھی ہے۔

فائدہ: یہ حقیت کسی مسلم اور غیر مسلم سے مخفی نہیں کہ اسلام کے عروج و سر بلندی میں حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم اور خلیفہ بلا فصل جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بعد خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی سَر فَروشانَہ (دلیرانہ) سعی و کوشش اور مخلصانہ محنت و کاوش اور والہانہ وفاداری و جان نثاری اور مجاہدانہ عرق ریزی و جاں فشانی سے ہی چار دانگ عالم میں اسلام کا بول بالا ہو گیا جس نے دشمنانِ خدا تعالیٰ اور دشمنانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام طاقتوں کو کچل کر رکھ دیا۔ جن کے حسن تدبیر اور مومنانہ فراست و بصیرت سے ایک ہزار چھتیس شہر اور ان کے مضافات فتح کئے گئے۔ ان مفتوحہ علاقوں میں آپ کے انتظام سے چار ہزار مساجد پنج وقتی نماز کے لئے اور نو سو جامع مسجد تیار ہوئیں۔ آپ کا اپنی خلافت میں حکم تھا کہ جو مقام فتح ہو وہاں مسجد بنا کر اس کے لئے امام و موذن مقرر کیا جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ دین کی تبلیغ اور علم دین کی ترویج و ترقی کے لئے یہاں تک تدبیر فرمائی کہ کوئی ایسا شخص تجارت کا کاروبار نہ کرے جو دین کے مسائل کا علم نہ رکھتا ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دنیا کی سب سے بڑی اور طاقت ور قیصر و کسریٰ کی حکومتوں کو تہ و بالا کر کے رکھ دیا اور دین حق کے تمام ادیان پر غالب کر دیا نیز اسلامی حکومت کو اس قدر مضبوط اور طاقت ور بنا دیا کہ جس کا مقابلہ دنیا کی کوئی طاقت نہ کر سکتی تھی۔ آپ نے اپنی دس سالہ خلافت میں وہ کام کیا جس کی نظیر نہیں ملتی یہ سب کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا کا اثر تھا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے اور ان کے ذریعہ اسلام کو عزت و عظمت حاصل ہونے کے لئے مانگی تھی۔ گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعائیں مانگ کر اللہ تعالیٰ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایمان کی منظوری لے لی اور اپنے دین حق کے لئے عزت و غلبہ کا حصول حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے میں دیکھا اور واقعی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ نبوت اور چشم بصیرت نے حقیقت واقعہ دیکھ لیا تھا۔ چند حوالے کتب شیعہ سے ملاحظہ ہو۔

---

[1] (كتاب سنن ابن ماجه، افتتاح الكتاب في الإيمان وفضائل الصحابة والعلم (فضل عمر رضي الله عنه)، 39/1، رقم الحديث105، دار إحياء الكتب العربية فيصل عيسى البابي الحلبي)

[2] (التفسير الصافي الفيض الكاشاني، الكهف:51، 246/3، تاريخ الطبعة: شهر رمضان 1416 قمرية 1374 شمسية، الناشر: مكتبة الصدر بطهران)

۱: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو قیصر و کسرے یہود و نصاریٰ مجوس و مشرکین سب پر غلبہ عطا فرمایا جس کا خود شیعہ حضرات کی معتبر کتابوں میں اعتراف و اقرار ثابت ہے۔

والعياشي عن الباقر عليه السلام أن رسول الله صلى الله عليه وآله قال اللهم أعز الإسلام بعمر الخطاب وبأبي جهل بن هشام ([3]مقبول احمد شيعه كا ترجمه قرآن مجيد رضى الله عنه۵۹۶)

عیاشی نے حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہ الٰہی میں دعا مانگی کہ یا اللہ! تو اسلام کو عزت و غلبہ دے حضرت عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) یا ابو جہل بن ہشام کے ذریعہ سے۔

انتباہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا جس کا امام محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر فرمایا ہے کس طرح مقبول و منظور ہوئی کہ فوراً اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے اور اسلام لاتے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حرم کعبہ میں لائے اور کفار سے مقابلہ کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو وہاں اعلانیہ باجماعت نماز ادا کرنے کا موقعہ حاصل کیا جس کا تذکرہ شیعہ مذہب کی کتاب غزوات حیدری میں موجود ہے۔

۲: جب دروازہ کھولا تو عمر بصد عذر خواہی خدمتِ رسالت پناہی میں حاضر ہوا۔ حضرت نے بعد تلقین مراتب اسلام اس کو مرحبا کہا اور با اعزاز پاس اپنے بٹھلایا۔ تب اصحاب نے عرض کی یا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اب ہم کو اجازت دیجئے اور بے تکلف فرمایئے تاکہ حرم محترم میں جا کر آشکارا نماز پڑھیں اور طاعتِ الٰہی بجماعت بجالائیں۔ ہر گاہ اصحاب فضیلت انتساب نے جماعت پر اتفاق کیا۔ محبوبِ ایزد خلاق نے بھی شاداں و فرحاں طرف سجدہ گاہِ آفاق کے قدم رنجہ فرمایا اور آگے سب کے عمر تیغ بکمر بجماعت وافر اور پیچھے اصحاب خجستہ انساب بصد کروفر[4] ہنستے اور باتیں کرتے بے خوف و خطر داخل خانۂ داور ہوئے۔ یکبار جدارِ حرم نے بصد افتخار سر اپنا بعرش کردگار پہنچا۔ کفار نا ہنجار نے جس وقت یہ حال دیکھا اور جاہ و جلال یاوران نیک افعال کا اس مرتبہ مشاہدہ کیا اور ایک خود میرے پاس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آکر کہا اے عمر بد گوہر! یہ کیا فتنۂ دگر ہے اور تو اس گروہ پر شکوہ میں کیوں تیغ بہ کمر ہے۔ عمر نے یہ بات سن کر پہلے اپنا اسلام ظاہر کیا اور بصد طیش کہا اے نابکار! ہفوت شعار، اگر تم میں سے ایک نے بھی اس وقت جگہ سے حرکت کی یا کوئی بات بے جا زبان پر آئی بخدائے لایزال ایک کا بھی سر بدن پر نہ ہوگا۔ اصحاب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں آئے اور صف اسلام کو ہیبت اقتداء جما کر برابر کھڑے ہو گئے۔ حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم نے امامت کی اور واسطے نیت نماز کے دست مبارک تا بگوش پہنچایا

بنی گفت تکبیر چون درحرم۔ فتادندا صنام برروئے ہم (غزوات حیدری شیعه ص۴۱و قائع دوم)

اہل شر ہر چند دیکھتے تھے لیکن کسی کو مجال مقاومت نہ تھی۔

---

[3] (بحار الأنوار المجلسي، 54/12، دار إحياء التراث العربي بيروت لبنان)

[4] اعلیٰ نسب لوگ بہت زیادہ ہیبت و حشمت کے ساتھ

فائدہ: یہ خود شیعہ حضرات نے حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے اور دین کو طاقت قوت پہنچانے اور حرم کعبہ میں اسی روز جاکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے علانیہ نماز باجماعت قائم کرنے کو کس خوبی سے بیان کیا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آنے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مرحبا فرمایا اور بااعزاز اپنے پاس بٹھایا اور نہایت خوشی کا اظہار فرمایا۔

۳: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ذریعہ اسلام کو جو عزت و غلبہ ہوتا تھا اس کو حضرت امام محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ نے الم غلبت الروم کی تفسیر فرماتے ہوئے یوں بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس غلبہ کا ذکر فرمایا ہے وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی امارت و خلافت میں حاصل ہوا۔ چنانچہ تفسیر صافی میں مرقوم ہے کہ

فلما غزا المسلمون فارس وافتتحوها فرح المسلمون بنصر الله عز وجل[5]

پس جب مسلمانوں نے فارس سے لڑائی کی اور اس کو فتح کیا تو مسلمان اللہ کی امداد و نصرت سے بہت خوش ہوئے۔

پھر آگے اسی کتاب میں چند حروف کے بعد لکھا ہوا ہے: وإنما غلب المؤمنون فارس في امارة عمر[6] (تفسیر صافی ص ۴۰۶)

یہ غلبہ مومنوں کا فارس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ہوا۔

تو حضرت امام محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ نے مومنوں کے فارس پر غلبہ کی قرآنی خبر اور اس پر نصرت الٰہی کے آنے مسلمانوں کے مسرور و خوش ہونے کو سب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں واقع ہونے کا اقرار و اظہار فرمایا ہے۔

۴: اسی فتح فارس کی خوشخبری کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کے موقعہ پر پتھر کو توڑتے ہوئے بیان فرمایا تھا جس کو علامہ باقر مجلسی شیعہ نے ان الفاظ میں ذکر کیا ہے۔

ابن بابویہ روایت کردہ است کہ چوں کلنگ اوّل رازسنگ شکست وفرمود کہ اللہ اکبر کلیدہائے شام راخد بمن داد پس کلنگ دیگر زدو ثلث دیگررا شکست و گفت اللہ اکبر کلید ہائے ملک فارس را بمن داد۔ بخدا سوگند کہ الحال قصر سفید مدائن راہے بینم۔ چوں کلنگ سوم رازد باقی سنگ جدا شد۔ گفت اللہ اکبر کلید ہائے یمن بمن دادند! (حیات القلوب جلد ۲ ص ۳۷۶)

ابن بابویہ نے روایت کی ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلا کلنگ (لوہے کا پھاوڑا) پتھر پر مارا تو پتھر ٹوٹا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ اکبر کہہ کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے شام کی کنجیاں مجھے دیدیں پھر دوسرا کلنگ مارا اور اللہ اکبر کے بعد فرمایا اللہ تعالیٰ نے فارس کی کنجیاں مجھے دیدیں۔ خدا کی قسم میں اس وقت فارس کے دارالخلافہ مدائن کا سفید محل دیکھ رہا ہوں۔ جب تیسرا کلنگ مارا تو باقی ماندہ تہائی پتھر اپنی جگہ سے جدا ہو گیا اور اللہ اکبر کے بعد فرمایا یمن کی کنجیاں مجھے دے دی گئیں۔

---

[5] (التفسير الصافي الفيض الكاشاني، الروم، 126/4، تاريخ الطبعة: شهر رمضان 1416 قمرية 1374 شمسية، الناشر: مكتبة الصدر بطهران)

[6] (التفسير الصافي الفيض الكاشاني، الروم، 126/4، تاريخ الطبعة: شهر رمضان 1416 قمرية 1374 شمسية، الناشر: مكتبة الصدر بطهران)

فائدہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کیاشان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر شام وفارس کے فتح ہونے کو اپنے ہاتھ میں ان کی کنجیاں دی جانے کا فرماگئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فتوحات خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی طرف منسوب فرماگئے ہیں۔

۵: انہی غزوات روم وفارس کے متعلق جب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فوجوں اور لشکروں کو اللہ تعالیٰ کی فوج قرار دے کر فرمایا کہ ان کا حافظ وناصر خود اللہ تعالیٰ ہے جو کہ نَہجُ البَلاغۃ میں اس طرح مرقوم ہے:

ومن كلام له عليه السلام وقد شاوره عمر بن الخطاب في الخروج إلى غزو الروم بنفسه وقد توكل الله لأهل هذا الدين بإعزاز الحوزة، وستر العورة والذي نصرهم وهم قليل لا ينتصرون، ومنعهم وهم قليل لا يمتنعون:

حي لا يموت إنك متى تسر إلى هذا العدو بنفسك فتلقهم بشخصك فتنكب لا تكن للمسلمين كانفة دون أقصى بلادهم. ليس بعدك مرجع يرجعون إليه. فابعث إليهم رجلا محربا، واحفز معه أهل البلاء والنصيحة، فإن أظهر الله فذاك ما تحب. وإن تكن الأخرى كنت ردءا للناس ومثابة للمسلمين.[7] (نہج البلاغۃ جلد ۲ صفحہ ۲۴)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ کلام اُس وقت کا ہے جب کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جنگ روم میں خود اپنے جانے کے لئے ان سے مشورہ لیا تھا بیشک اللہ اس دین والوں کے لئے خود ذمے دار ہے ان کی جماعت کو عزت دینے اور ان کی کمزوریوں کو چھپانے کا اور جس نے ان کو اس حال میں مدد دی جب کہ وہ کم تھے۔ فتح نہیں پاسکتے تھے اور اس حال میں ان کو محفوظ رکھا کہ وہ کم تھے اور محفوظ نہیں رہ سکتے تھے وہ اللہ اب بھی زندہ ہے اور کبھی نہیں مریگا۔ بتحقیق جس وقت آپ اس دشمن کے سامنے خود جائیں گے اور خود ان سے مقابلہ کریں گے تو اگر کہیں شہید ہوگئے تو پھر مسلمانوں کو کوئی جائے پناہ ان کے آخری شہروں تک نہ ملے گی کیونکہ آپ کے بعد کوئی ایسا شخص نہیں جس کی طرف مسلمان رجوع کریں لہٰذا آپ کسی تجربہ کار شخص کو ان کی طرف روانہ کیجئے اور اس کے ساتھ آزمودہ کار اور خیر خواہ لوگوں کو بھیجئے تاکہ اگر اللہ ان کو غلبہ دے تو یہی آپ کا مقصود ہے اور اگر خدانخواستہ کوئی دوسری بات ہوئی تو آپ مسلمانوں کے لئے جائے پناہ اور ان کے مرجع ہیں۔

انتباہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس فرمان پر غور ہو کہ ان کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کیسی محبت وعقیدت تھی اس کے چند امور پر قابل غور کریں۔

ا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ باہم مخلص دوست اور ایک دوسرے کے خیر خواہ تھے اس لئے کہ مشورہ اُس سے کیا جاتا ہے جس کی محبت اور اخلاص پر پورا پورا اعتماد ہو۔

---

[7] (نهج البلاغة . خطب الإمام علي (ع) . 18/2 . رقم: 134 . دار المعرفة للطباعة والنشر بيروت لبنان)

۲: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اُس دین کے متعلق جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا دین وہی تھا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم لائے تھے۔

۳: حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ذات اقدس کو بے نظیر جانتے تھے اور ان کا اعتقاد تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس وقت شہید ہونے سے مسلمانوں کو روئے زمین میں کہیں پناہ نہیں مل سکتی۔

۴: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں کا مددگار اور ملجا وماویٰ فرمایا۔

۵: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو میدان جنگ میں جانے سے روکا کہ مَبَادا (خدانخواستہ) شہید ہو جائیں۔

اگر بقول شیعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان سے عداوت ہوتی تو روکنے کے بجائے میدان جنگ کی ترغیب دیتے اور ان کی شہادت کو مسلمانوں کے لئے راحت تصور کرتے۔

۶: مذکورہ مشورہ جنگ روم کا موقعہ تھا۔ دوسرا مشورہ جنگ فارس کے متعلق نہج البلاغۃ میں یوں ہے

ومن كلام له عليه السلام (وقد استشاره عمر بن الخطاب في الشخوص لقتال الفرس بنفسه) إن هذا الأمر لم يكن نصره ولا خذلانه بكثرة ولا قلة. وهو دين الله الذي أظهره، وجنده الذي أعده وأمده، حتى بلغ ما بلغ وطلع حيث طلع. ونحن على موعود من الله. والله منجز وعده وناصر جنده.

ومكان القيم بالأمر مكان النظام من الخرز يجمعه ويضمه. فإن انقطع النظام تفرق وذهب، ثم لم يجتمع بحذا فيره أبدا.

والعرب اليوم وإن كانوا قليلا فهم كثيرون بالاسلام وعزيزون بالاجتماع. فكن قطبا، واستدر الرحى بالعرب، وأصلهم دونك نار الحرب، فإنك إن شخصت من هذه الأرض انتقضت عليك العرب من أطرافها وأقطارها، حتى يكون ما تدع وراءك من العورات أهم إليك مما بين يديك إن الأعاجم إن ينظروا إليك غدا يقولوا هذا أصل العرب فإذا قطعتموه استرحتم، فيكون ذلك أشد لكلبهم عليك وطمعهم فيك.

فأما ما ذكرت من مسير القوم إلى قتال المسلمين فإن الله سبحانه هو أكره لمسيرهم منك، وهو أقدر على تغيير ما يكره. وأما ما ذكرت من عددهم فإنا لم نكن نقاتل فيما مضى بالكثرة، وإنما كنا نقاتل بالنصر والمعونة[8]

[8] (نهج البلاغة ، خطب الإمام علي(ع) ، 29/2، رقم: 144، دار المعرفة للطباعة والنشر بيروت لبنان)

جناب امیر علیہ السلام کا کلام ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے جبکہ اُنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مشورہ لیا ایران کی لڑائی میں خود اپنے جانے کے متعلق بتحقیق اس کام کی فتح وشکست کثرت لشکر اور قلت سے نہیں اور وہ اللہ کا دین ہے جس کو اُس نے غالب کیا اور یہ اس کا لشکر ہے جس کو اس نے تیار کیا اور اس کی امداد کی۔ یہاں تک پہنچا جہاں تک پہنچا اور طلوع ہوا جہاں سے طلوع ہوا۔ ہم لوگوں سے اللہ کا وعدہ ہے اور اللہ اپنے وعدے کو پورا کرنے والا ہے اور اپنے لشکر کا مددگار ہے اور خلیفہ کی وہ حیثیت ہوتی ہے جو ہار کے دانوں میں دھاگے کی ہوتی ہے کہ وہ دھاگہ ان سب دانوں کو جمع کئے ہوئے اور ملائے ہوئے رہتا ہے اگر دھاگہ کٹ جائے تو سب دانے منتشر اور متفرق ہو جاتے ہیں پھر کبھی سارے کے سارے جمع نہیں ہوتے۔ اہل عرب آج اگرچہ کم ہیں مگر اسلام کے سبب سے کثیر ہیں اور باہمی اتحاد کے باعث باعزت ہیں پس آپ قطب بن جایئے اور چکی کو عرب سے گردش دیجئے اور دوسرے لوگوں کو آتش حرب میں ڈالئے خود نہ پڑیئے کیونکہ اگر آپ اس سرزمین سے اُٹھے تو تمام عرب ہر طرف سے آپ پر پروانوں کی طرح ٹوٹ پڑیں گے نتیجہ یہ ہوگا کہ مدینہ خالی ہو جائے گا اور پیچھے کے جن مقامات کو آپ بے حفاظت چھوڑ دیں گے وہ سامنے کی لڑائی سے زیادہ اہم ہو جائیں گے پھر دوسری بات یہ کہ عجمی لوگ جب آپ کو میدان جنگ میں دیکھیں گے تو کہیں گے کہ یہ شخص عرب کی جڑ ہے اگر اس کو کاٹ ڈالو گے تو ہمیشہ کے لئے آرام پاؤ گے تو یہ خیال ان کے حملے کو سخت اور ان کی اُمیدوں کو مضبوط کر دے گا۔ باقی رہا یہ کہ جو آپ نے ذکر کیا ہے کہ فوج عجم مسلمانوں کے لئے روانہ ہو چکی ہے تو اللہ سبحانہٗ کو ان کی یہ روانگی آپ سے زیادہ ناپسند ہے اور وہ جس چیز کو ناپسند کرے اس کے بدل دینے پر قادر ہے اور جو آپ نے ان کی کثرت بیان کی تو بات یہ ہے کہ ہم لوگ زمانہ گذشتہ میں اپنی کثرت کے باعث قتال نہ کرتے تھے بلکہ خدا کی مدد پر بھروسہ کر کے لڑتے تھے۔

مزید براں: حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ خطبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کے اخلاص ومحبت کو بخوبی ثابت کرتا ہے۔

۱: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دین کو اللہ کا دین اور ان کے لشکر کو خدا کا لشکر فرمایا۔

۲: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جماعت میں اپنی ذات کو شامل کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم لوگوں سے خدا نے نصرت کا وعدہ فرمایا ہے۔

۳: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ذات والا صفات کو مسلمانوں کا سرمایۂ نظام فرمایا اور فرمایا کہ یہ نظام آپ کے بعد کبھی قائم نہ ہوگا اس لئے کہ قائم بِالْاَمر [9] ہیں۔

۴: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے کے عربوں کو باوجود قلت کے بوجہ اسلام کے کثیر اور بوجہ باہمی اتحاد کے باعزت فرمایا۔ معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ قیام تک باہمی رنج وعداوت کے سب قصے غلط ہیں۔

۵: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو میدان جنگ میں جانے سے یہ کہہ کر روکا کہ آپ کے یہاں سے چلے جانے کے بعد یہاں کا انتظام خراب ہو جائے گا اور دشمن لڑائی میں کوشش کریں گے کہ آپ کو شہید کریں اس خیال سے کہ آپ کے بعد ان کو چین مل جائے گا۔

۶: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسلمانوں کی جاں نثاری اور محبت کو بیان فرمایا۔

---

[9] نظم ونسق سنبھالنے والا، وہ جسے کسی کام پر مقرر کیا گیا ہو۔

۷: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کی شکست اور ان کے دشمنوں کی فتح کو خدا کا ناپسندیدہ اور مکروہ امر فرمایا۔

۸: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو زمانہ گذشتہ کے غزوات اور انکے خدا کے الطاف وعنایات یاد دلا کر تسکین دی۔

مروی ہے کہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ایک خط جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو لکھا تھا جس میں جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور جناب عمر رضی اللہ عنہ کی شان میں یہ الفاظ لکھے تھے:

فكان أفضلهم زعمت في الاسلام، وأنصحهم لله ولرسوله الخليفة وخليفة الخليفة، ولعمري إن مكانهما في الاسلام لعظيم، وإن المصاب بهما لجرح في الاسلام شديد، فرحمهما الله وجزاهما أحسن ما عملا![10]

(شرح نہج البلاغہ ابن ہیسم بھرانی ۳۱)

اور اسلام میں سب سے افضل اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اخلاص رکھنے میں سب سے بڑھ کر جیسا کہ تم نے بیان کیا۔ خلیفہ صدیق تھے اور خلیفہ کے خلیفہ فاروق۔ اور قسم مجھے اپنی جان کی بتحقیق ان دونوں کا مقام اسلام میں بہت بڑا ہے اور بتحقیق ان کی وفات سے اسلام کو سخت زخم پہنچا۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں پر رحمت نازل کرے اور ان کو ان کے اچھے کاموں کا بدلہ دے۔

فائدہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اسلام میں کتنا بلند و بالا مقام بیان کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی کتنی محبت و اخلاص کا ذکر کرتے ہیں اور ان کے جانے کے بعد اسلام کو زخم پہنچنے پر اظہار افسوس فرماتے ہیں اور ان کے حق میں دعائے رحمت کرتے ہیں اور ان کے نیک کاموں کی شہادت دیتے ہیں۔

خطبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر غور ہو: سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک خطبہ نہج البلاغہ میں ہے:

ومن كلام له عليه السلام لله بلاء فلان فقد قوم الأود وداوى العمد. خلف الفتنة وأقام السنة. ذهب نقي الثوب، قليل العيب. أصاب خيرها وسبق شرها.

أدى إلى الله طاعته واتقاه بحقه. رحل وتركهم في طرق متشعبة لا يهتدي فيها الضال ولا يستيقن المهتدي[11]

(نہج البلاغہ جلد ۳ صفحہ ۲۴۹)

اور سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) کے متعلق فرمایا اللہ تعالیٰ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے شہروں میں برکت دے بیشک انہوں نے کجی اور ٹیڑھ کو سیدھا کیا تھا اور بیماری کا دوا کیا تھا اور فتنوں سے پہلے چلا گیا اور سنت کو قائم کیا۔ بلکل صاف اور بے عیب دنیا سے چلا گیا۔ خلافت کی خوبیاں

[10] (شرح نهج البلاغة ابن أبي الحديد، 76/15، دار احياء الكتب العربية عيسى البابي الحلبي وشركاه)

[11] (نهج البلاغة، خطب الإمام علي (ع)، 222/2، رقم: 228، دار المعرفة للطباعة والنشر بيروت لبنان)

حاصل کر گیا اور اس کے فتنہ و فساد سے پہلے چلا گیا۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا حق ادا کیا اور اللہ تعالیٰ سے پوری طرح ڈر تا رہا۔ وہ دنیا سے کوچ کر گیا اور ان کے بعد لوگ پیچیدہ راستوں میں پڑ گئے جن میں گمراہ راستہ نہیں پا سکتا اور ہدایت یافتہ یقین نہیں کر سکتا۔

فائدہ: شارحین نے لکھا ہے کہ فلاں سے مراد حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔[12]

(شرح نہج البلاغہ درہ نجیف صفحہ ۲۵۷)　　(فیض الاسلام شرح نہج البلاغہ صفحہ ۷۱۲)

کتب شیعہ سے یہاں تک ثابت ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی خلافتوں میں عہدہ قضاء حدود وغیرہ سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سپرد تھا وہ بخوشی اس کو سرانجام دیا کرتے تھے۔ شیعہ کی معتبر کتابوں میں اس طرح مرقوم ہے کہ:

۱: حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک لوطی کو پکڑ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دربار میں فیصلہ کے لئے پیش کیا گیا اُس وقت دربار خلافت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین موجود تھے۔ اس کی سزا کے متعلق باہم مشورہ ہونے لگا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کہا کہ

ما تقول يا أبا الحسن قال: اضرب عنقه فضرب عنقه ۔۔۔قال ادع بحطب قال فدعا عمر بحطب فأمر به أمير المؤمنين عليه السلام فأحرق به.[13] (استبصار جلد ۳ صفحہ ۲۱۹)

اے ابوالحسن رضی اللہ عنہ! آپ کیا حکم دیتے ہیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس کی گردن اُڑا دے پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی گردن اڑادی اور فرمایا کہ لکڑیاں منگواؤ۔ پس حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حکم سے اس کو جلا دیا گیا۔

۲: شیعہ کتاب **من لا يحضره الفقيه** کے **صفحہ ۲۴۶** پر ہے کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شراب کی حد کے سلسلہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا نیز شیعہ کتابوں میں یہاں تک ثابت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں حکم دے رکھا تھا لا يفتين أحد في المسجد وعلي حاضر.[14] (حق الیقین عربی مصنفہ سید اکبر عبداللہ جلد ۱ صفحہ ۱۷۴)

کوئی شخص مسجد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں فتویٰ و فیصلہ نہ دے۔

۳: شیعہ کتب میں ثابت ہے۔ حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ اپنے آباء علیہم السلام سے روایت کرتے ہیں کہ

---

[12] (شرح نهج البلاغة ابن أبي الحديد، 3/12، دار احياء الكتب العربية عيسى البابي الحلبي وشركاه)

[13] (الاستبصار الشيخ الطوسي، 219/4، دار الكتب الاسلامية تهران بازار سلطاني تمتاز)

[14] (شرح نهج البلاغة ابن أبي الحديد، 18/3، دار احياء الكتب العربية عيسى البابي الحلبي وشركاه)

ان أبا بكر وعمر وعثمان كانوا يرفعون الحدود إلى علي بن أبي طالب عليه السلام .[15] (جعفریات مطبوعہ طہران صفحہ ۱۳۲)

بتحقیق حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حدود کے فیصلے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سپرد کر رکھے تھے۔

فائدہ: ان حوالہ جات سے بخوبی ثابت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ پوری ہمدردی اور محبت سے اُمور خلافت کو سر انجام دیا کرتے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بخوشی دربار خلافت میں آتے جاتے اور فیصلے کرتے تھے۔

سادات پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا احسان عظیم:

ا: حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں مال غنیمت میں آنا اور حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو نکاح کر دینا بھی بخوبی دلالت کرتا ہے کہ ان حضرات کو باہم اُلفت و محبت تھی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت حقہ تھی کیونکہ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت صحیح نہ ہو تو اس میں جو جہاد اور مال غنیمت حاصل کئے گئے وہ بھی صحیح نہ ہوں گے تو پھر حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا نکاح بی بی شہر بانو سے کیسے درست ہوگا۔ بی بی شہر بانو کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے میں مال غنیمت میں آنے کا واقعہ شیعہ کی معتبر کتاب اُصول کافی باب مولد علی بن حسین[16] میں ثابت ہے۔

یاد رہے کہ خلیفہ غاصب کا عطیہ اہل بیت پر حرام ہے اب ہمارا کوئی سوال ہے کہ سادات عطیہ خلیفہ اعظم حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہے اب جملہ سادات پر غور کریں کہ یہ فتویٰ ہو تو سادات حلال زادے کیسے ثابت ہو سکتے ہیں۔

۲: منتہی الآمال جلد ۲ صفحہ ۲ پر ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مشورے سے بی بی شہر بانو کو حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے نکاح میں دے دیا اور اس کا حق مہر بھی بیت المال سے ادا کیا نیز جلاء العیون صفحہ ۲۳۹[17] پر اسی طرح مرقوم ہے۔

فائدہ: ان حوالہ جات سے بخوبی واضح ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد سے کتنی گہری عقیدت و محبت تھی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مشورے سے شاہزادی کا نکاح بھی حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے کر دیا اور حق مہر بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ادا کیا۔

---

[15] (جامع أحاديث الشيعة السيد البروجردي، 280/25، رقم: 731 (4) الجعفريات 133، دار احياء الكتب العربية عيسى البابي الحلبي وشركاه)

[16] (الكافي الشيخ الكليني، باب مولد علي بن الحسين عليهما السلام، 467/1، رقم: 2، دار الكتب الاسلامية مرتضى آخوندي تهران بازار سلطاني الجزء الأول الطبعة الثالثة 1388)

[17] (منتهى الآمال في تواريخ النبي والآل، البال السادس في تاريخ الإمام علي بن الحسين زين العابدين (عليه السلام)، الفصل الأول في ولادة الإمام علي بن الحسين (عليه السلام) وطرف من أحواله، ولادة الإمام زين العابدين، 10/2، رقم: 2، دار المصطفى العالمية)

(أعيان الشيعة السيد محسن الأمين، 629/1، رقم: 6، دار التعارف للمطبوعات بيروت)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی قریبی رشتے داری: چونکہ چاروں خلفاء راشدین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یک جدی اور ایک قوم تھے اور نہایت کامل الایمان، خدا تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پوری طرح مطیع و فرمانبردار اور وفادار جاں نثار تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تربیت اور تزکیہ و تصفیہ سے جملہ اہل ایمان میں خصوصی شان اور امتیازی مقام رکھتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے اخلاص و ایمان اور پاکی طہارت پر پورا پورا اعتماد تھا۔ ان حضرات کے یک جدی اور کامل الایمان ہونے اور ظاہری باطنی طہارت کے باعث حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پاکیزہ لوگوں سے رشتے ناطے کئے۔ بعض حضرات سے رشتے لئے اور بعض حضرات کو رشتے دیئے۔ ان حضرات کا شجرہ نسب شیعہ کی کتاب شرح نہج البلاغہ فیض الاسلام صفحہ ۵۱۹ پر یوں ثابت ہے۔

فائدہ: اس نقشہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ و حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رشتہ داری کے قرب پر شیعہ حضرات کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بغض و عداوت نہیں ہونا چاہیئے کہ ان کے آپس میں قریبی قرابت ہے قطع نظر اس کے حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت سے نہ صرف متفق تھے بلکہ ان کے خلافتی اُمور میں جان کی بازی لگاتے۔ یہ شیعہ مذہب کی عجیب منطق ہے کہ بقول ان کے معصوم امام ایک غلط خلیفہ (بقول ارشاد) کی کیوں اقتدا کی اور نہ صرف اقتدا بلکہ ان کی خلافت کو خوب فروغ دیا۔ اس لئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بزدل ثابت کر رہے ہیں حالانکہ آپ اسد اللہ (اللہ کے شیر) تھے اسی لئے ماننا پڑے گا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی شان اپنی مثال خود تھے کہ جس کے زیر سایہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جیسے ان کی خلافتی اُمور کو پروان چڑھایا۔

سلسلۂ نسب: شیعہ مذہب قرب ۱۶ کو ترجیح دیتا ہے اسی قائدے پر خلافت بلافصل حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو مانتے ہیں کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب تر ہیں نقشہ ملاحظہ ہو۔

شجرہ طیبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ
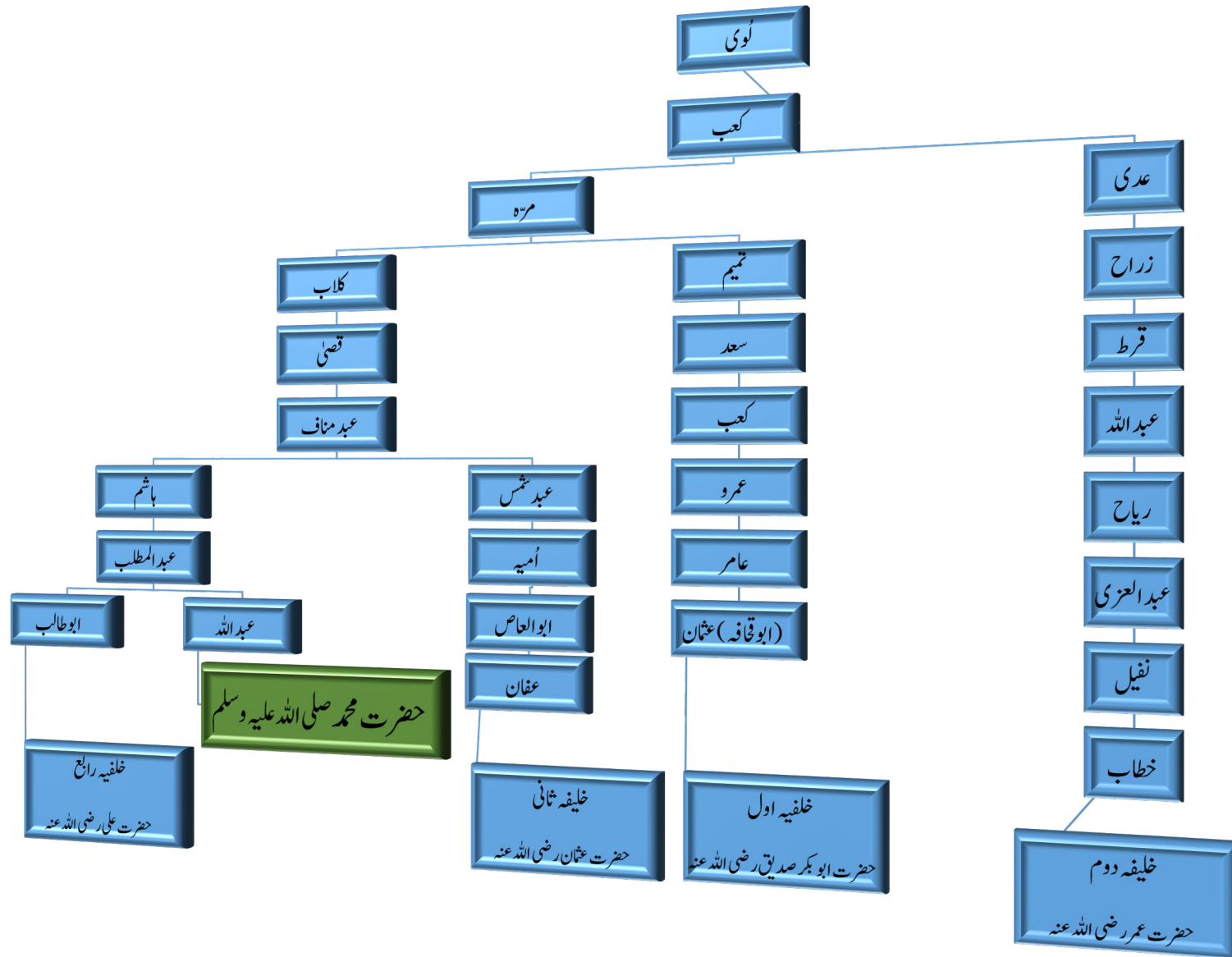
حیاتِ فاروقی رضی اللہ عنہ کے اہم واقعات

۱ہجری ہجرتِ مدینہ

۲ہجری غزوۂ بدر میں شرکت

۳ہجری آپ نے اپنی صاحبزادی حضرتِ حفصہ کا نکاح حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا

۳ہجری غزوۂ احد میں شرکت

۴ہجری آپ کے ایماء پر خواتین کے لیے پردہ کا حکم اللہ کی طرف سے

۵ہجری غزوۂ خندق میں شرکت

۶ہجری آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سفیر بنے

۷ہجری صلح حدیبیہ اور غزوۂ خیبر میں آپ کی شرکت

۸ہجری فتح مکہ کی مہم میں شرکت

۹ہجری پہلے سفر حج میں شرکت

۱۳ہجری خلافت کا آغاز

۱۳ہجری کو لشکرِ اسلام کو روانہ کرنا

۱۴ہجری دمشق، اردن اور بیروت کی فتوحات جنگِ قادسیہ

۱۵ہجری فلسطین کی فتح

۱۶ہجری بیت المقدس مسلمانوں نے حاصل کر لیا

۱۷ہجری اسلامی مملکت میں قحط اور غذائی قلت

۱۸ہجری حضرتِ بلال رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد جابیہ سے واپسی

عہدِ فاروقی کی کامیاب تدابیر

۱۹ہجری شام کا حاکم حضرتِ معاویہ رضی اللہ عنہ کو مقرر کرنا اور کوفہ کی فتح

۲۰ہجری اصفان، قوس، طبرستان، اور آرمینہ کی جانب سپاہ کی روانگی

۲۱ہجری جرجان، طبرستان، بیقاخزرا، اور آرمینہ کے روسی اور ایرانی علاقوں پر اسلامی قبضہ

۲۳ہجری جنازے کی چار تکبیروں کا فیصلہ، نمازِ تراویح باجماعت ادا کرنے کا حکم، نظامِ ڈاک رائج کیا، جاگیر داروں کی تنسیخ، ہر مسلمان بچوں کے لئے وظیفہ مقرر کیا، تجارتی مقصد میں استعمال ہونے والے گھوڑوں پر محصول۔

۲۳ہجری کرمان، ہرات، بلخ، خراسان، اور سندھ بلوچستان کے علاقوں میں لشکرِ فاورقی کی فتوحات، ہندوستان میں پیغامِ اسلام، ایرانی شہزادیوں کی گرفتاری، آخری حجِ بیت اللہ، مصر اور قاہرہ کی تعمیرِ نو مسجدِ نبوی میں آپ پر قاتلانہ حملہ، شہادت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مبارک کے قریب آپ کا مزار پر انوار۔

وصلی اللّٰہ علی حبیبہ الکریم الامین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

مدینے کا بھکاری

الفقیر القادری ابو الصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہٗ

بہاولپور پاکستان

۹ محرم الحرام ۱۴۲۸ھ

☆.....☆.....☆